''شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے''

گزرے ہوئے دور کی بات ہے۔ میری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ گزارا بڑی مشکل سے ہوتا تھا۔ میں نواں مزنگ سعدی پارک لاہور میں' ایک کرائے کے کمرے میں رہتا تھا۔ دفتر کے بعد ٹیوشن کے لیے صبح کا نکلا ہوا' رات نو بجے کے قریب گھر واپس آتا کہ روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر۔ انشاء جی کی طرح بجنی کے ناراض ہونے کا بھی کوئی خدشہ نہ تھا۔ کہ اس نے بھی اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ایک رات واپسی پر بیوی نے بتایا کہ آج آپ کے کوئی دوست طاہر صاحب آئے تھے۔ پیغام دے گئے ہیں کہ ''ضروری کام ہے' مجھے ملیں۔'' دوسرے دن میں اپنے دوست سے ملنے چلا گیا۔ کہنے لگا ''میری منگیتر بارہویں جماعت کی طالبہ ہے۔ میری ساس نے ٹیوٹر کی فرمائش کی ہے۔ آپ نے پڑھانا ہے۔'' میں نے اسے معذرت کی کہ سردیوں کا موسم ہے۔ میں پہلے ہی رات گئے گھر آتا ہوں۔ نواں مزنگ سے وحدت کالونی کافی دور ہے مگر میرا دوست بضد تھا۔ کہ آپ ہی پڑھائیں گے۔ امتحان میں دو ماہ رہ گئے تھے۔ دوست نوازی کے جذبے سے معمور' میں اپنے دوست کی منگیتر کے ہاں جانے لگا۔ تیسرے دن کا واقعہ ہے' میرے ایک بہت ہی قریبی عزیز جو اسی کالونی میں رہتے تھے' مل گئے۔ دعا سلام کے بعد پوچھنے لگے ''کہاں؟'' میں نے بتایا کہ یہاں پڑھانے آتا ہوں۔ کہنے لگے۔ ''ہیں! اس گھر میں۔ یہ تو ایک طوائف خانہ ہے۔ کالونی کے لونڈے لوارے یہاں عام آتے جاتے دیکھے گئے ہیں۔ شدید سردی میں' میں پانی پانی ہو گیا۔

کہاں مے خانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

خیر! جوں توں کر کے میں نے دو ماہ گزارے۔ میرا دوست شہر کے ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ انتہائی سنجیدہ اور زیرک! مجھے اس سے یہ امید نہ تھی۔ میں سمجھتا تھا۔ اس کی منگیتر کوئی اس کی کزن ہو گی مگر دولت کی تباہ کاریوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جہاں دولت آئی' عیاشی ساتھ لائی اور

دولت میں سکوں حُسن میں ایثار کا جذبہ
سو بار تجھے کہہ جو دیا ہے کہ نہیں ہے

میرے اس دوست کے والدین اُس کی شادی' خاندان میں کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ بضد تھا کہ شادی کرے گا تو اُسی حرافہ سے کرے گا۔ طاہر کے ماں باپ طوائف زادی کے نام سے بدکتے تھے۔ کہ خاندان میں تھوئی تھوئی ہو گی، لوگ کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔ طاہر کے چچا کی بیٹی، طاہر کے بڑے بھائی سے بیاہی ہوئی تھی۔ چچا کا کہنا تھا اگر طاہر کی شادی وہاں کی گئی

تو میں اپنی بیٹی کو گھر بٹھائوں گا مگر یہ بات برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیٹی پر کسی طوائف زادی کا سایہ بھی پڑے۔ طاہر کے باپ نے تنگ آ کر اُسے گھر سے نکال دیا اور کاروبار بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اُسے پیغام بھجوایا کہ اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہ آیا تو اُسے عاق کر دیا جائے گا مگر وہ جو کسی نے کہا ہے:

موت بھی کرتی نہیں قبول کار کے نیچے آ کے دیکھ لیا
دل کی لگی کبھی بجھتی نہیں فائر بریگیڈ بلا کے دیکھ لیا

طاہر نے کاروبار، بہن بھائی چھوڑ دیئے۔ گھر کا آرام تج کر کے تنگی ترشی کی زندگی برداشت کر لی۔ مگر اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ ایک دن میں طاہر سے ملنے گیا۔ کہاں گھر کا عیش و آرام، والدین کی شفقت، بہن بھائیوں کا پیار، خلوص کے آثار اور کہاں سب کا ردکیا ہوا انسان۔ گھر والوں کی نفرت کا نشان۔ طاہر پریشان حال بیٹھا تھا۔ مگر اس کے دل و دماغ پر، وجدان میں ہر طرف وہی قتالہ ہوشربا چھائی ہوئی تھی۔ جوانی میں نوجوان کی رگوں میں بجائے خون کے شراب دوڑتی ہے۔ میں نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی۔ میری بات سنی اَن سنی کر کے مجھ سے کہنے لگا کہ ''آپ میرا ایک کام کریں۔ میرے ماں باپ کو علم نہیں ہے کوئی بھی نہیں بتاتا کہ میں نے [illegible] سے نکاح کر لیا ہے۔ میں آپ کو اپنے نکاح نامے کی نقل دیتا ہوں۔ آپ یہ لے کر میرے ابو کے پاس جائیں، انہیں بتائیں [illegible] میں اس راستے پر اتنی دور آ گیا ہوں کہ اب میرے لیے واپسی ناممکن ہے۔''

اور مجھے اس لمحے اپنے [illegible] یاد آتا رہا۔ جسے اس کے والدین نے اپنا آرام ترک کر کے، محنت مزدوری سے پالا پوسا، ماں نے اپنا زیور بیچ کر اسے [illegible] کرائی، ملازمت کے قابل بنایا اور اس ''حنا'' کے مارے ہوئے ''عاصمہ'' زدہ لڑکے نے ماں باپ کی مرضی کے خلاف، فارمسوٹیکل ریجنل لیبارٹری برڈ ورڈ روڈ لاہور میں اپنے ساتھ کام کرنے والی ایک لڑکی سے شادی کر لی اور شادی کے موقع پر، ماں باپ کو بھی، دوسرے لوگوں کی طرح صرف دعوتی کارڈ ارسال کیا، اس تحریر کے اضافے کے ساتھ کہ ''آپ آ جائیں گے تو خوشی ہوگی، وگرنہ میری شادی آپ کے بغیر بھی طے پا جائے گی۔ صد حیف کہ!

شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

طاہر کے ماں باپ کو جب اس کے نکاح کا علم ہوا۔ بہت سٹپٹائے مگر کچھ نہ پائے۔ ماں تو ماں ہی ہوتی ہے۔ بہنوں نے رو رو کر باپ کو مجبور کر دیا کہ بھائی جب نکاح کر ہی بیٹھا ہے تو باقی کیا رہ گیا ہے۔ چھوڑیں! بھائی کی بات مان لیں۔ آخر باپ کو بھی جھکنا پڑا۔ بیٹا گھر آ گیا اور پتہ چلا کہ جو لوگ اس شادی کی مخالفت میں پیش پیش تھے، وہ بارات میں سب سے آگے آگے تھے کہ

محبتوں کے سفر پہ سدا رواں رہنا
یہ زندگی کا تقاضا ہے خوش گماں رہنا